محترمہ ثریا بتول ایم - اے عربی، اسلامیات
لیکچرار گورنمنٹ گرلز کالج - گوجرانوالہ

خاندانی منصوبہ بندی

فی زمانہ ایک نعرہ کی گونج ہمیں ریڈیو ٹیلیویژن، جرائد و اخبارات غرض تمام ذرائع ابلاغ سے بکثرت سنائی دے رہی ہے - اور اس کے لئے خود حکومت ہر ممکن حد تک پروپیگنڈا کر رہی ہے کہ "بچے دو ہی اچھے" "قوم دی ایہہ مجبوری اے، دتفہ بہت ضروری اے"[1] وغیرہ۔

اس مقصد کے لئے حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی (FAMILY PLANNING) کا باقاعدہ محکمہ قائم کر رکھا ہے - جو مانع حمل دوائیں، ٹیکے اور انجکشن مہیا کرتا ہے - عورت اور مرد دونوں کو یہ دوائیں استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے - اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ عام دوائیں بہت مہنگی اور عام آدمی کی دسترس سے باہر ہیں - جبکہ یہ دوائیں بہت سستی بلکہ تقریباً مفت مہیا کی جاتی ہیں - اس محکمہ کا وسیع پیمانہ پہ لٹریچر شائع ہوتا ہے اور یہ بھی تقریباً مفت ہی مہیا کیا جاتا ہے۔

میں کوئی عالم فاضل نہیں، نہ ہی کوئی محقق ہوں - میں تو بس ایک گھریلو عورت ہوں - جس کا کام سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے لے کر گئی رات تک اپنے شوہر، بچوں اور خانہ داری کے تمام کام سرانجام دینا ہے - اس لئے میں اس موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ سپرد قلم نہیں کر رہی بلکہ ایک گھریلو عورت کے جذبات و احساسات قلمبند کر رہی ہوں - میں نے اپنے کوتاہ فہم اور نارسا دماغ سے کافی عرصہ تک اس موضوع پر سوچا ہے، اس کے حق میں جو دلائل دیئے جاتے ہیں، ان کا بھی مطالعہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کی جو سادہ اور فطری تعلیم ہے، اپنی عقل و سمجھ کے مطابق اس سے بھی آگاہی حاصل

[1] یہ مقالہ ۱۹۷۴ء میں سپرد قلم کیا گیا - اس وقت یہ پروپیگنڈہ زوروں پر تھا - پھر پورے سال بعد حکومت پاکستان نے سرکاری ملازمت میں آنے والی خواتین کو صرف تین بار زچگی (METERNITY LEAVE)

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس غیر فطری و غیر اسلامی تحریک کے مقابلے میں خاموش رہنا حیا، غیرت اور دینی حمیت کے منافی سمجھتی ہوں۔

خاندانی منصوبہ بندی کی یہ تحریک آج صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عالمگیر ہے۔ امریکہ، برطانیہ، روس، جرمنی، فرانس بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک ایک عرصہ سے اس تحریک کے پرزور حامی و موید رہے ہیں۔ اور اب بھی وہاں منصوبہ بندی جاری ہے۔ آج پوری دنیا (الا ماشاء اللہ) اس تحریک کی لپیٹ میں ہے اور ترقی یافتہ ممالک نے تمام نو آزاد مسلم ممالک میں اس کے حق میں زور شور سے پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ اس تحریک کے بڑے بڑے درج ذیل اسباب بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ گاہے گاہے ماہرین و محققین آبادی میں اضافہ اور خوراک میں کمی کے موضوع پر مذاکرے منعقد کرتے رہتے ہیں جس میں ساری دنیا کے مندوبین شریک ہوتے ہیں۔ دنیا میں ایک شور و غوغا برپا ہے کہ اگر آبادی میں اضافہ کی یہی رفتار رہی تو ایک ربع صدی کے بعد دنیا میں انسانوں کیلئے جینا دوبھر ہو جائیگا۔ تمام ممالک خوراک کے قحط کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ وسائل اور ذرائع پیداوار کی کمی اس اضافہ سے کسی طرح نمٹ نہیں سکے گی۔

۲۔ ڈاکٹر اس نظریہ کے پرزور حامی ہیں۔ ان کے ہاں ماں اور بچہ دونوں کی صحت کے لئے بچوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے پیدا ہوں تو نہ ماں ہی تندرست رہ سکتی ہے اور نہ وہ بچے ہی تندرست رہ سکتے ہیں۔

۳۔ تنخواہ اور آمدنی تو ایک سی رہتی ہے، ہر سال معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن کنبہ میں تھوڑی دیر میں اتنا اضافہ ہو جائے تو ایسے کنبہ کے مالی حالات بڑے پریشان کن ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت کولہو کے بیل کی طرح جتے رہتے ہیں۔ مگر اخراجات ہیں کہ پورے ہونے میں نہیں آتے۔ "بچے کم خوشحال گھرانہ" آجکل کا مقبول عام نعرہ ہے جو بڑے بڑے دیواری اشتہارات کی صورت میں جا بجا نظر آتا ہے۔

۴۔ کثیر العیال میاں بیوی اپنے ذاتی مسائل میں اتنے الجھ جاتے ہیں کہ وہ ملک اور قوم کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسی عورت بیرونِ خانہ ملک کی کچھ خدمت نہیں کر سکتی۔ اس طرح ملک

(بقیہ حاشیہ) کا قانون پاس کیا ہے۔ لہٰذا تھوڑی سی ترمیم کے بعد اب یہ مقالہ مجھے از سر نو لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

کی آدھی آبادی بیکار گھروں میں بیٹھی رہتی ہے۔ جس سے ملک بحیثیت مجموعی بجا طور پر شاہراہِ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتا۔

۵۔ اس سے بڑھ کر کچھ لوگ اس بات کے حامی ہیں کہ ہم میاں بیوی خود صحت مند رہیں اور اپنی صحت بہتر بنائیں۔ کیونکہ پوری عمر کے رفیق تو ہم ہیں، بچے جتنے زیادہ ہوں گے، اتنی بیوی کی صحت خراب ہوگی۔ جسم بے ڈول اور بے ڈھنگا ہو جائیگا اور چہرے سے جاذبیت رخصت ہو جائیگی۔ دوسری طرف بچوں کے معیار کو برقرار رکھنے کیلئے بہت زیادہ مالی مشقت کرنا پڑے گی۔ جبکہ یہ جوان ہوتے ہی ہمیں چھوڑ کر اپنے الگ الگ گھر بسا لیں گے۔ تو پھر خواہ مخواہ زیادہ بچے پیدا کر کے ان پر اتنی شدید محنت کرنے کا کیا فائدہ؟ اپنی مامتا پوری کرنے کو دو بچے کافی ہیں۔

ایک محترمہ نے بڑی معصومیت سے فرمایا کہ اگر بھوک لگی ہو تو کھانا بڑا مزیدار لگتا ہے۔ لیکن بھوک نہ ہو تو کھانا چاہے کتنا لذیذ ہو، طبیعت اس سے ایک لقمہ بھی لینے پر آمادہ نہ ہوگی۔ یہی حال بچوں کا ہے۔ اگر بچے بلا ضرورت ہی آتے جائیں تو بند کرنے ہی پڑتے ہیں۔

۶۔ عورتوں کا تو ایک عام استدلال یہ بھی ہے کہ جس طرح دوسری بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے، اسی طرح بچے پیدا ہونا بھی ایک بیماری ہے اور اس بیماری کا علاج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۷۔ خود عورتیں چھوٹے چھوٹے بچوں سے بہت گھبراتی ہیں۔ کہ ایک طرف ماں خود حمل اور زچگی میں رہنے کی بنا پر بیمار رہتی ہے۔ دوسری طرف ایک بچہ ڈھائی سال کا، دوسرا ڈیڑھ سال کا، تیسرا پانچ چھ ماہ کا، اور پھر وہ امید سے ہے، اسے نوکر رکھنے کی بھی استطاعت نہیں۔ تو آخر اپنی بیماری کی حالت میں شوہر اور بچوں کے تمام کام کے ساتھ ساتھ گھر کا پورا دھندا سنبھالنا کیسے ممکن ہے؟ لہٰذا ایسی صورت میں عورت کو مانع حمل تجاویز اختیار کرنا بڑا ضروری ہو جاتا ہے۔

ان دلائل پر غور کرنے سے پہلے ہمیں ذرا ٹھہر کر اس تحریک کے پسِ منظر پر غور کرنا ہوگا۔ یورپ میں احیائے علوم کی تحریک اور یورپ کی نشأۃ ثانیہ اپنے جلو میں جو جو نظریات لے کر آئی، ان میں ایک نظریہ "مذہب و سیاست کی تفریق" بھی تھا۔ جس کی رو سے مذہب ایک پرائیویٹ

چیز قرار پایا۔ اور جس کی انہوں نے اپنی اجتماعی زندگی میں کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ بلکہ ان کے ہاں مذہب نام ہی اس عبادت کا تھا جو اتوار کے روز چرچ میں جا کر ادا کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر معاملہ میں وہ مذہب سے آزاد تھے۔ لہٰذا ان کی زندگی کسی قسم کی اخلاقی حدود کی پابند نہ رہی۔

۲۔ احیائے علوم کی تحریک سے روز افزوں ایجادات و انکشافات ہو رہے تھے۔ جس سے روپے پیسے کی ریل پیل ہو رہی تھی۔ زندگی کی آسائشوں میں اضافہ ہو رہا تھا، صنعت کاری فروغ پر تھی۔ جس سے ان کی مادی زندگی بڑی پھلی پھولی۔ مذہب سے بالکل آزاد رہ کر اس مادی ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ مادیت کے پروانے بن گئے۔ اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے اور اپنے لئے ہر طرح کا آرام و آسائش مہیا کرنے کے لئے تگ و دو بڑھی، جس سے ضروریاتِ زندگی میں بھی اضافہ ہوگیا اور صرف ایک مرد اپنے کنبہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات پوری کرنے سے معذور ہوگیا۔ لہٰذا عورتوں کو بھی معاشی میدان میں آنا پڑا۔ اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے وہ دفتروں اور کارخانوں میں نکل آئیں۔ اس معاشی تگ و دو میں وہ پیدائشِ اطفال اور تربیت و پرورشِ بچگان کے فطری کام کیسے سرانجام دے سکتی تھیں لہٰذا وہ مانع حمل ادویات استعمال کرنے پر مجبور ہوگئیں۔

۳۔ جو شخص اپنے مال میں اپنی اولاد کو بھی شریک نہیں کر سکتا، اس کی نفس پرستی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے؛ چنانچہ اس حد سے بڑھی ہوئی خود غرضی اور مادیت پرستی نے ان سے وہ ایثار چھین لیا جو افزائشِ نسل کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ جبکہ ایک بچہ آغازِ حمل سے لے کر پیدائش تک اور پیدائش کے بعد تقریباً چار پانچ سال تک ماں باپ کی سخت توجہ کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ لوگ اپنی آسائش کی بنا پر اس ایثار سے محروم ہو چکے تھے۔

۴۔ مذہب سے آزادی نے ان کو مادر پدر آزاد کر دیا تھا۔ چنانچہ تعیشات کے فروغ کی بنا پر وہ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر رہ گئے۔ جس سے آوارہ گردی، فحاشی، عریانی اور زنا کا رواج بکثرت پھیلا۔ مگر اس کے فطری نتائج کو روکنے کے لئے مانع حمل ادویات شروع ہوگئیں۔

اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ معیارِ زندگی بلند ہونے کی بنا پر عورتیں ضبطِ ولادت پر مجبور کر دی گئیں۔ مگر بعد میں اس کے نتائج صرف یہاں تک محدود نہ رہے۔ اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا، دو تین بچوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر ان کا مستقبل شاندار بنانا، خود تمام عمر بچوں کے جھگڑوں

سے آزاد رہنا، اپنی بیوی کو تادم آخر عروسِ نو کی طرح صحتمند اور حسین دیکھنے کی تمنا - اور یہ کہ بیوی صرف بچوں ہی کی ہو کر نہ رہ جائے - یہ تمام باتیں ان کو افزائش نسل سے روکنے لگیں - اس سے جہاں شرحِ پیدائش میں کمی ہوئی، وہاں زنا اور دوسرے امراض ان میں بکثرت پھیلے اور قوم اخلاقی لحاظ سے بالکل بانجھ ہو کر رہ گئی -

برطانیہ، فرانس، جرمنی، سویڈن، اٹلی وغیرہ جیسے تمام ترقی پذیر ممالک ضبطِ ولادت کی تحریک پر عمل پیرا رہے - پھر جب اپنی قوم کی نفری خطرناک حد تک کم ہوتے دیکھی اور دفاعِ وطن اور صنعت کاری کے لیے مزدوروں جیسی اہم ضروریات کے لئے ان کے پاس اشخاص نہ رہے تو پھر دوبارہ افزائش نسل کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہو گئے - اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک خبر کے مطابق امریکہ کی ریاست میکسیکو میں ایک عورت کے ہاں بیک وقت پانچ بچے تولد ہوئے کیونکہ وہ افزائش نسل کی دوائیں استعمال کرتی تھی -

لیکن افسوس، اب ہمارا ملک بھی انہی ممالک کی پالیسی پہ اندھا دھند عمل پیرا ہے - اور وہی ملک جو اپنے ہاں افزائشِ نسل کی ترغیب دے رہے ہیں، یہاں آبادی کم کرنے اور منصوبہ بندی کے لئے کثیر رقم بطور امداد مہیا کر رہے ہیں - چنانچہ اس وقت ہمارے ملک میں یہ تحریک اپنے پورے عروج پر ہے - بلکہ اس قسم کی افواہیں بھی شنید ہیں کہ عورتوں کو صرف تین بچے پیدا کرنے پر مجبور کر دیا جائیگا[1] بصورتِ دیگر عدالتیں عورتوں کو سزا دینے کی مجاز ہوں گی، یہ سزا مالی بھی ہو سکتی ہے اور بدنی بھی[2] - ایک دو شعر پڑھیے اور سر پیٹ کر رہ جائیے ؎

گھر دے بھی دو دھاکے توں پے موتے مرجادیں سوچ سمجھ کے چلیں سجنا مڑکے نال پچھتاویں

---

[1] واضح رہے کہ یہ مقالہ آج سے چار سال قبل ۷۵ء میں لکھا گیا جبکہ اشاعت کے لئے یہ ہمیں حال ہی میں موصول ہوا ہے (ادارہ)

[2] اس عجیب و غریب جرم خواتین پر ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ ع ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا - امریکہ میں تو شرح آبادی کے اضافہ کیلئے مسلسل کوششیں ہو رہی ہیں لیکن اب لوگ از خود اس کی طرف راغب نہیں ہو رہے - حتیٰ کہ امریکہ کے زنانہ امراض کے ایک پروفیسر کو کہنا پڑا کہ:

"عجب نہیں آبادی کی ایک معقول سطح برقرار رکھنے کے لئے ہر عورت کیلئے کم از کم دو بچے پیدا کرنا ضروری قرار دیدیا جائے" (ماہنامہ سکھی گھر ص ۱۲ اگست ۱۹۷۲ء)

اک دو بچے ہون جے تیرے گھر جنت بن جاوے بہتا فوج دا فیدا کی جے سکھ دا ساہ نہ آوے

(ماہنامہ سکھی گھر صا۱۲ مئی اگست ۱۹۷۴ء)

اور ہمارے ملک میں اسے صرف تین تک محدود رکھنے کی تدبیریں ہو رہی ہیں[1]۔

اس پروپیگنڈہ کا نتیجہ یہ ہے کہ پیدائش اطفال کے بارے میں جب تفصیلی باتیں چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبانی سنتے ہیں تو شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے منصوبہ بندی مراکز اور ان کے مشن سے آگاہ ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ ان کے والدین اس سلسلے میں کیا تدبیریں کرتے ہیں، بچے بند کرنے کی وجہ سے ان کی مائیں کن کن بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اس موضوع پر وہ آتنا سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں کہ بڑے بھی ان کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو، عریاں اور بدمعاشی کی حد تک پہنچا ہوا، ارزاں نرخوں پر مہیا ہونے والا لٹریچر بکثرت ہر جگہ مل جاتا ہے۔

ان ذرائع کے ہمہ وقت ریڈیو اور ٹی وی کے پروپیگنڈے اور جگہ جگہ منصوبہ بندی کے مراکز قائم ہونے سے نوجوان کنواروں میں بدقماشی و بے حیائی کی عام وبا پھیل نکلی ہے۔ ہیجان انگیز لٹریچر، فحش و عریاں گانے، بے حیائی کی طرف دعوت دینے والے نظارے، اخبارات، رسالوں اور اشتہارات میں فحش مناظر، مخرب الاخلاق فلمیں اور گرم چیزوں کا بکثرت استعمال، ان سب نے مل کر نوجوان نسل کے قلب و ذہن میں ایک آگ سی لگا دی ہے جس کے نتیجہ میں زنا اور دیگر امراضِ خبیثہ بکثرت پھیل رہے ہیں۔ بلکہ اخباروں کے اشتہار پڑھ پڑھ کر تو اندازہ ہوتا ہے کہ گویا قوم کا ہر فرد ہی جنسی مریض ہے۔ پہلے لڑکیوں کو اپنا اور اپنے والدین کی عزت کا ڈر رہوتا تھا، اب مانع حمل دواؤں نے ان کی یہ مشکل بھی دور کر دی ہے۔ ایسے ایسے عجیب واقعات سننے میں آ رہے ہیں کہ ؎

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی[2]

اب یہاں خاندانی منصوبہ بندی کے متعلق شریعت کی سادہ تعلیم مختصراً پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] یہاں ایک سوال رہ رہ کر ذہن میں ابھرتا ہے کہ جو لوگ دوسرے فرقوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کو شرانگیزی اور فسادِ امنِ عامہ قرار دیتے ہیں، کیا وہ خود پاکستان میں بسنے والے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو اس حیا سوز پروپیگنڈے کے ذریعے مشتعل نہیں کر رہے ؟

[2] مجھے ایک دو ماہ تک باقاعدہ "اخبارِ جہاں" پڑھنے کا موقع ملا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا ہمارے

۱- پیدائش و موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے :

"خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً"

۲- وہ جس ذی روح کو وجود بخشتا ہے اس کی روزی کا اہتمام بھی خود ہی فرماتا ہے :

"نحن نرزقکم وایاھم" (بنی اسرائیل)

نیز فرمایا :

"وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا"

۳- وہ خاص حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ روئے زمین کی ہر مخلوق کو پیدا کر رہا ہے۔ کوئی مخلوق بھی اس کے مقرر کردہ نصاب سے نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے۔ اسی منصوبہ بندی کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں مرد اور عورتیں مکمل تناسب کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ روئے زمین کے ایک خطے میں صرف مرد ہی مرد پیدا ہو رہے ہوں اور دوسرے میں صرف عورتیں ہی عورتیں۔

"فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی" (القیامۃ)

"پھر اس سے مرد و عورت کے جوڑے پیدا کئے"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : معاشرہ میں ہر کنواری (الا ماشاء اللہ) کسی نہ کسی درجہ میں مردوں کی ہوس کا شکار ہو چکی ہے۔

لہ انسان مشاہدہ کر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا تو یہ ذمہ کس طرح پورا ہوا کہ آج تک اس میں کسی زیر یا زبر کی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ بالکل اسی طرح خداوند کریم نے رزق اور خوراک کی بہم رسانی کا بھی ذمہ لے رکھا ہے۔ اگر خدانخواستہ رزق کی پیداوار اور تقسیم کا کام کلیتہً انسانی ہاتھوں میں ہوتا تو اس وقت دنیا کی نصف آبادی بھوک سے دم توڑ چکی ہوتی۔ اسی لئے خوراک کی بہم رسانی کا کام اس نے اپنے اختیار میں رکھا۔ اور جس طرح حفاظتِ قرآنِ کریم کا خدائی ذمہ آج تک من وعن پورا ہوا ہے، بعینہٖ ہر انسان کو اس کا رزق پہنچ رہا ہے۔ چاہے وہ کسی جنگل میں رہتا ہو یا صحرا میں۔ اسی لئے تو وہ اتنا تاکیدی حکم فرماتا ہے :

"اپنی اولاد کو مفلسی اور ناداری کے اندیشے سے مت قتل کرو، کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بیشک ان کا قتل انتہائی سنگین اور گھناؤنا جرم ہے۔" (بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۱)

۴۔ اس نے دنیا کی کسی چیز کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ ہر انسان اس دنیا کی سٹیج پر اپنا کردار کسی نہ کسی صورت میں ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ" (قمر)

"بیشک ہم نے ہر چیز اندازے سے پیدا کر رکھی ہے۔"

۵۔ اسلام اولاد کو رزقِ الٰہی قرار دیتا ہے اور رزقِ الٰہی کو حرام قرار دے لینے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے:

"قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَیْہِ" (الانعام)

"جن لوگوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے سمجھ بوجھ کے بغیر قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا تھا، اللہ پر افترا باندھتے ہوئے اسے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا یقیناً وہ خسارے میں ہیں۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قتلِ اولاد کو، چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو، حرام قرار دیا ہے۔

۶۔ قتلِ اولاد سے روکنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قتلِ اولاد کی طرف دعوت دینے والے ہر محرک کا بھی سدِ باب کر دیا ہے۔ مثلاً

(الف) وہ توکل علی اللہ سکھاتا ہے کہ ہر ذی روح کو روزی اپنے جناب سے عطا فرماتا ہے اس لئے تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(ب) عورت اپنی معاش میں مصروف ہونے کی بنا پر وظیفۂ ولادت سے بھاگتی ہے۔ مگر اسلام میں اسے معاش سے بالکل بے فکر کر دیا گیا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کا اور شوہر اپنی بیوی کا مکمل طور پر کفیل ہے۔ یہاں مرد کا کام کما کر لانا ہے تو عورت کا کام اس کی کمائی سے گھر بار چلانا اور بچوں کی تربیت و پرورش کرنا ہے۔

(ج) اسلام میں عورت کی بہترین ملی اور دینی خدمت یہی قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو شفقت سے پالے پوسے اور پھر ان کی مناسب تربیت کر کے ان کو مخلص مسلمان بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ" (ابوداؤد، نسائی)

"ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے

والی ہو۔ بیشک میں تمہاری کثرت کی بنا پر روزِ قیامت دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔"

(۵) اسلام سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا اور اسراف سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اس لئے اس میں معیارِ زندگی کو اتنا زیادہ بلند کرنا جس کی خاطر میاں بیوی دونوں معاش ہی کی فکر میں لگے رہیں۔

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا" (بنی اسرائیل)

"فضول خرچی مت کرو۔ بیشک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

اس طرح اسلام میں ان تمام تفریحی مشغلوں اور عیش و تنعم کی راہ آپ سے آپ بند ہو جاتی ہے جو انسان کو بچے پیدا کرنے سے مانع ہوتی ہیں۔

(۸) وہ رزقِ حلال پر پابند ہونا سکھاتا ہے۔ اور ہر طرح کی ناجائز آمدنی سے روکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جائز آمدنی سے اپنے خاندان کی کفالت نہیں کر سکتا تو اس کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ وصول کرنے کی راہیں کھول دی گئی ہیں۔

(۹) اسلام ہمدردی اور خیر خواہی کو مسلمانوں کا بنیادی فرض قرار دیتا ہے۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق پورے کرنے کی تلقین کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارتا ہے تاکہ معاشی دوڑ میں پیچھے رہنے والے لوگ کسی غلط کام پر مجبور نہ ہو جائیں۔

اس لئے اسلامی بنیادوں پر مبنی معاشرے میں وہ سنگین صورتِ حال پیش آ ہی نہیں سکتی جو انسان کو اولاد کی پیدائش اور پرورش سے عاجز کر دے۔

اب یہاں اسی نقطۂ نظر سے قدرے تفصیل سے بحث کی جاتی ہے تاکہ ضبطِ ولادت کے حامیوں کے دلائل کا ابطال بھی ہو جائے۔

۱:۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

"أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ" (الاعراف)

کہ "خلق بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔"

یعنی اس دنیا کا حقیقی فرمانروا اللہ تعالیٰ ہے۔ تین چیزوں کا تصرف اس نے مکمل طور پر اپنے

ہاتھ میں رکھا ہے ۔ جیسے کہ فرمایا :

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیٔ قدیر الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً"

کہ " وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں حقیقی فرمانروائی ہے ۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ اسی نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا ہے ۔"

گویا یہ تین چیزیں پیدائش ، زندگی اور موت ہیں جو مکمل طور پر اسی کے قبضۂ اقتدار میں ہیں ۔ ان میں کوئی سر مو ردّ و بدل نہیں کر سکتا ۔ موت اپنے وقت پر آکر رہتی ہے اور روئے زمین کے تمام ڈاکٹر اور معالج مل کر بھی ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں کر سکتے ۔ نہ وہ کسی کو موت کے چنگل سے چھڑا سکتے ہیں ۔

یہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے ۔ اگرچہ ہمیں اپنے عزیزوں کی موت سے سوگوار اور غمزدہ ہونا پڑتا ہے مگر اس کو بدلنے کے لئے کوئی تدبیر نہیں کر سکتے ۔ بعینہ پیدائش بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس روح کو پیدا کرنا چاہتا ہے ، روئے زمین کے تمام لوگ مل کر بھی اسے نہیں روک سکتے ۔ اگر پیدائش کا معاملہ انسان کے اپنے بس میں ہے اور جس عورت کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں ، اس کا علاج کرنا انسان کے قبضۂ قدرت میں ہے تو پھر وہ ان کروڑہا عورتوں کے بارے میں کیوں خاموش ہے جو صرف ایک بچہ کے لئے ترستی ہیں ۔ کیوں نہ ایک ایک بچہ ان کے ہاں ہمارے ڈاکٹروں نے پیدا کر دیا ؟ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیدائش کا معاملہ انسان کے اپنے بس کا روگ نہیں ہے بخصوصاً ایک مسلمان کیلئے تو کسی طرح زیبا نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا عقیدہ رکھے کہ افزائش نسل کے سلسلہ میں ان کی اپنی سمجھ اور عقل کو بھی کچھ دخل ہے ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رزق کی تقسیم اپنی حکمت سے فرماتے ہیں کہ کسی کو تو بادشاہ بنا دیتے ہیں اور کسی کو نانِ شبینہ کا بھی محتاج کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ رب العزت کے خزانے بڑے وسیع اور بھرپور ہیں ۔ بالکل اسی طرح اولاد کے معاملہ میں بھی وہاں ایک پلان تیار ہے اور اسی پلان کے تحت خلق کو نوازا جاتا ہے ۔ کسی کو صرف لڑکے عطا فرماتا ہے ، کسی کو صرف لڑکیاں ، کسی کو لڑکے لڑکیاں ملا کر اور کسی کو بالکل بانجھ کر دیتا ہے :

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَ

يَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ " (الشوریٰ)

"آسمان و زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے۔ جسے چاہے لڑکیوں سے نوازتا ہے، جسے چاہے لڑکے عطا کر دیتا ہے۔ یا پھر کسی کو لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، بیشک وہ جاننے والا، قدرتوں والا ہے۔"

چنانچہ "رموزِ مملکت خسرواں دانند" کے مصداق وہ جس کو جس حال میں رکھے ہوئے ہے، اس کی حکمت سے وہ خود آگاہ ہے دوسرے اس میں جرح کرنے والے کون ہوتے ہیں اور تنقید کرنے کا ان کو حق کیا ہے؟

۲۔ یہ دلیل کہ وسائل خوراک روز بروز گھٹتے جا رہے ہیں، اور اگر آبادی اسی طرح بڑھتی رہی تو تمام انسان ایک روز بھوک اور قحط سے مر جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور ربوبیت پر براہ راست حملہ ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے، تاریخ عالم میں کوئی ایسا موقع نہیں آیا کہ دنیا صرف خوراک کی کمی کی بنا پر تباہ و برباد ہو گئی ہو۔ ہاں: البتہ سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب کسی قوم میں اللہ کی نافرمانی اور اس کی حدود سے سرکشی آخری حدوں کو چھو جائے تو وہاں عذابِ الٰہی کے طور پر قحط نازل ہوتا ہے۔ زمین بنجر ہو جاتی ہے، بارش رک جاتی ہے اور انسان بھوک سے مرنے لگتے ہیں۔

اس کے برعکس جب کوئی قوم اللہ سے ڈرے، اس کی فرمانبرداری اختیار کرے تو آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔ اور خوشحالی اس حد تک اس کے قدم چومتی ہے کہ پھر زکوٰۃ وصول کرنے والا کوئی نہیں ملتا اور زکوٰۃ ادا کرنے والے حیران و پریشان ہو جاتے ہیں کہ زکوٰۃ کسے ادا کریں؟

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ه يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا " (نوح)

(حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ) اپنے رب سے بخشش مانگو بیشک وہ بخشنے والا ہے۔ پھر وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا، تمہارے مال و اولاد میں برکت دے گا اور تمہیں باغات اور نہریں عطا فرمائے گا۔

" وَ لَوْ اَنَّهُمْ آمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ "

"اور اگروہ (یہود) ایمان لاتے اور اپنے رب سے ڈرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے"!

(ب) اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی مخلوق کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ان کا رب بھی ہے۔ اور ان کی پرورش کے سلسلہ میں جملہ ضروریات و حاجات کو بھی وہ پورا فرماتا ہے۔ وہ حی وقیوم" ہستی جو خود زندہ وجاوید ہے اور کارخانہ قدرت کی زندگی جب تک چاہے برقرار رکھنے والی ہے، بھلا اپنی مخلوق کی ضروریات سے کیونکر غافل و عاجز ہو سکتی ہے۔ انسان کے لئے اس دنیا میں سب سے ضروری چیز ہوا ہے جس کے بغیر اس کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ یہ ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کو ہر جگہ میسر ہے۔ اور آج تک دنیا میں کوئی انسان صرف اس وجہ سے مرتے نہیں پایا کہ اس میں کمی واقع ہوگئی ہو یا اسے دستیاب نہ ہوئی ہو۔ دوسری بنیادی ضرورت پانی ہے۔ تو اس کی بھی قدرت نے بہتات رکھی ہے کہ پورے کرۂ ارض میں صرف ایک حصہ خشکی ہے جبکہ زمین کا باقی ۳/۴ حصہ سمندر ہے۔ کیا انسان کی پانی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دنیا کا ۳/۴ حصہ سمندر ناکافی ہے؟ اور کیا کبھی کوئی شخص صرف اس وجہ سے بھی ہلاک ہوا کہ پانی اس دنیا میں ناپید ہو گیا تھا؟

تیسرے نمبر پر انسان کی بنیادی ضرورت خوراک ہے۔ تو دیکھیے کہ یہ خوراک ہمیں کن بے شمار ذرائع سے حاصل ہو رہی ہے؛ درخت، پودے، کھیت، پھل، اناج، ترکاریاں، دالیں، مچھلی، گوشت، مکھن، گھی، دودھ وغیرہ۔ پھر اس قدرت نے ہماری زمین کو معدنیات سے مالا مال کر رکھا ہے۔ سونا، چاندی، مٹی کا تیل، سلور، تانبا، جپسم، لوہا، کوئلہ وغیرہ۔ کل کے مفلس و نادار عرب آج تیل کے چشموں کی بدولت مالا مال ہو چکے ہیں۔ ایک ایک کھیت سے اب سال میں کئی کئی فصلیں حاصل ہو رہی ہیں، مشینوں کی مدد سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہو رہی ہے۔ اور وسائل کا سب سے اہم اور تا قیامت ختم نہ ہونے والا ذریعہ خود حضرتِ انسان ہے۔ انسانی دماغ اور انسانی محنت، کام کی لگن، ہر ماحول میں ڈھل جانے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی اہلیت، پھر ضرورت کے مطابق ایجاد کر لینے کا ملکہ فطرت کے گرانقدر عطیے ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے انسان وسائل کی کمی کا کبھی

گلہ نہیں کرسکتا۔ یاد رکھئے کہ انسان تو وسائل اور سرمایہ پیدا کرلیتا ہے مگر سرمایہ یا وسائل انسان کو پیدا نہیں کرسکتے۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پوری دنیا کا قابل کاشت رقبہ استعمال ہو چکا ہے، کیا کوئی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ زمین اپنی ساری معدنیات اگل چکی ہے؟ اور آئندہ کے لئے بانجھ ہو چکی ہے!، یہ اب کچھ پیدا کرسکتی ہے نہ اپنے اندر سے کوئی معدن اگل سکتی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کوشش اور جدوجہد کی افزونی کے ساتھ ساتھ زمین ہر روز اپنے رازہائے سربستہ ہمارے سامنے کھول رہی ہے اور ابھی بہت سے راز اس کے سینے میں محفوظ ہیں۔ جنہیں بنی آدم کوشش کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ مجھے کہنے دیجئے کہ زمین کا ہمارے لئے وسائلِ خوراک سے معمور ہونا کوئی اتفاق نہیں ہے بلکہ یہ اس ربِ جلّ وعلا کی منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی ہے۔ وہ اپنے کارخانہ میں، مخلوق میں جتنا اضافہ کرتا ہے، ان کے وسائل غذا کو بھی اسی نسبت سے پیدا کرتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ اگر ہم راسخ العقیدہ مسلمان ہیں تو پھر ہمارے ذہن میں یہ بات کس طرح آسکتی ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے وسائل خوراک گھٹتے جا رہے ہیں! اور پھر لطف یہ کہ مالتھس کے سترھویں صدی میں پیش کئے گئے اس نظریہ کو کہ دنیا عنقریب وسائل خوراک کی کمی یا خاتمہ کی بنا پر ہلاک ہو جائے گی، تاریخ انسانی کس طرح باطل قرار دے چکی ہے!

ہم پاکستانیوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ تھوڑی مدت کے بعد ہماری آبادی چھ کروڑ سے بڑھ کر بارہ کروڑ ہو جائے گی۔ پھر ہم ایک دوسرے کو کھانا شروع کر دیں گے اور قحط و بربادی ہمارا مقدر ہوگا۔ مگر ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں جو علاقے قحط کا شکار ہو رہے ہیں، وہ اس لئے نہیں ہو رہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے خزانۂ عامرہ میں سے خوراک ختم ہو چکی ہے۔ بلکہ اسکے متعدد دوسرے اسباب ہیں۔ جن میں سے نمایاں ترین سبب یہ ہے کہ ان کی دولت کو ترقی یافتہ ممالک سائنٹیفک بنیادوں پر اپنے ہاں منتقل کر رہے ہیں۔ اور ہمہ جہت استیصال کے ذریعہ ان کو قلاش کر رہے ہیں۔

بنگلہ دیش ہی کو لیجئے، جو دنیا کا زرخیز ترین خطہ ہے۔ مگر دشمنوں نے اس خطہ کو آج کس بری طرح بدحالی میں مبتلا کر رکھا ہے! ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ اکیسویں صدی میں قحط کا سامنا پاکستان کو نہیں بلکہ یورپ کو کرنا پڑے گا۔

۳۔ ایک دلیل یہ دی جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے رہائش کی جگہ روز بروز کم ہو رہی ہے۔ یہ دلیل بھی بے وزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی یہ بندوبست کر رکھا ہے کہ جو

متنفس اس دنیا میں آیا ہے، اسے لازماً اس دارِ فانی سے کوچ کرنا ہے تاکہ وہ آئندہ نسل کے لئے جگہ خالی کر جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کتنی بڑی نعمت کے طور پر یاد دلاتے ہیں:

"قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝" (عبس)

"انسان پر اللہ کی مار ہو، کیسا ناشکرا ہے؟ (وہ سوچتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا؟ — نطفہ سے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر بنائی، پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا، پھر اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا!"

دنیا میں ہر وقت زلزلے، سیلاب، طوفان، حادثات اور دیگر ارضی و سماوی آفات آتی رہتی ہیں جس سے آبادی میں توڑ پھوڑ جاری رہتی ہے۔ اور اب حضرتِ انسان کے تیار کردہ مہلک ہتھیار، جو ایک ہی وار میں پوری دنیا کو صفحۂ ہستی سے نابود کر سکتے ہیں، سونے پر سہاگہ ہیں۔ آبادی میں شکست و ریخت جاری رہنے کے باوجود انسان کو یہ گلہ ہے کہ زمین اس کی رہائش کے لئے روز بروز تنگ ہو رہی ہے۔ براعظم آسٹریلیا تو کچھ عرصہ قبل ہی دریافت ہوا ہے۔ اور خدا معلوم ابھی زمین پر کتنے قابلِ رہائش خطے موجود ہیں جن کو عنقریب قدرت ہمارے سامنے کھول کر رکھ دے۔ اور پھر معروف دنیا کا بھی وسیع حصہ صحراؤں پر مشتمل ہے جو انسانی کاوش کے ذریعہ قابلِ رہائش بن سکتا ہے۔ خود اپنے پاکستان میں کراچی سے پشاور تک سفر کر کے دیکھ لیں کہ ابھی تک کاشت کے قابل اور رہائش کے قابل کتنا رقبہ خالی پڑا ہے؟

۴ - اس سلسلہ میں ایک وزنی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس سے ماں اور بچہ کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اگر یہ دلیل معقول ہے تو پھر وہ عورتیں کیوں سدا کی مریض رہتی ہیں جن کے ہاں ایک بھی بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جو ہر وقت اپنے علاج کے لئے پانی کی طرح پیسے بہاتی رہتی ہیں۔ یا وہ عورتیں جن کے ہاں پانچ چھ سال کے وقفہ سے اولاد ہوتی ہے، وہ کیوں بیمار ہوتی ہیں؟ کنواری لڑکیوں کی صحت کیوں گری رہتی ہے اور پھر مرد کیوں بیمار ہوتے ہیں؟ مجھے کہنے دیجئے کہ آج ہمارے ملک میں معدودے چند لوگوں کے سوا تقریباً ہر آدمی بیمار ہے۔ خواہ وہ جوان ہے یا بوڑھا، عورت ہے یا مرد، بچہ ہے یا جوان، ہر گھر کا حکیم اور ڈاکٹر موجود رہتا ہے۔ پھر شہروں کے لوگ دیہاتیوں کی نسبت زیادہ بیمار ہوتے ہیں۔ اس ہمہ گیر زوالِ صحت کی اصل وجہ تکلفات کی زیادتی، سادہ اور فطری زندگی سے فرار، ورزش کی کمی اور خوراک کا ناخالص ہونا ہے — اور پھر دلیل میں صحیح وزن تب پیدا ہوگا جب آپ

یہ ثابت کر دیں کہ جو عورتیں ضبطِ ولادت کے لئے دوائیں استعمال کر رہی ہیں، یا جو مرد اس غرض کے لئے ٹیکے لگواتے ہیں، ان کی عام جسمانی صحت متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایسی دواؤں کے استعمال سے عورتوں کے جسم پھول رہے ہیں، دل کمزور ہو رہے ہیں، رحم زخمی پڑ چکے ہیں، بے قاعدگی ایام عام ہو چکی ہے، مردوں کے رنگ اور خون سڑ چکے اور چہرے کی فطری رونق ختم ہو چکی ہے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ ضبطِ ولادت کے سلسلہ میں بعض ایسی چیزیں مستعمل ہیں جن سے طبع انسانی ابا کرتی ہے اور اس طرح یہ زوجین کی خواہش فطری طریقے سے پوری کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں چنانچہ اس بنار پر مردوں اور عورتوں میں ایک مستقل ہیجان کی سی کیفیت ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ جس کے بہت سے نفسیاتی، طبی اور اعصابی مضر اثرات نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات نوبت پاگل پن تک پہنچ جاتی ہے۔

سوم۔ ضبطِ ولادت کی کوئی دوا بھی سو فیصدی کامیاب نہیں ہے۔ ان کو استعمال کرنے والی عورتوں کی اکثریت طرح طرح کے امراض کا شکار رہی ہے اور کئی عورتیں تو ایسی کوششوں میں اپنی جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ بعض دفعہ ایسی دواؤں کے استعمال کے باوجود جب حمل قرار پا جاتا ہے تو پھر وہ اسقاطِ حمل کی تدبیریں کرتی ہیں، جن سے اکثر ان کی جان پہ بن جاتی ہے۔ اور اگر خوش قسمتی سے بچ بھی جائیں تب بھی آئندہ حمل کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان دواؤں کے استعمال سے لولے، لنگڑے، اندھے اور اعضار بریدہ بچے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

۵۔ ہر بچہ جو اس دنیا میں رونق افروز ہوتا ہے، وہ اپنی قسمت ساتھ لے کر آتا ہے۔ چنانچہ وہ ابھی شکم مادر ہی میں ہوتا ہے کہ اس کے لئے روزی کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے تمام عمر کے رزق کا حساب لکھ دیا جاتا ہے۔ میرا ذاتی مشاہدہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کثیر العیال بنایا اور انہوں نے زیادتیٔ اولاد کو اللہ کا احسان اور رحمت شمار کیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی عرصے میں رزق سے بھی مالا مال کر دیا۔

(جاری ہے)